جامعہ حفصہ پہ کس کا لہو ہے

مفتی شکیل احمد
استاذ حدیث، جامعہ محمدیہ، اسلام آباد

خدشات دلوں میں پیدا ہوتے، واقعات ومشاہدات سے پنپتے اور اگر حالات کا تسلسل باقی رہے تو حقیقت کا روپ دھار لیتے ہیں، آپریشن کے بعد لال مسجد میں پہلے جمعۃ المبارک کے کے موقعہ پر جو حقیقت سامنے آئی وہ انہیں واقعات کا حقیقی پرتو تھی جو دلوں میں تلملا رہے تھے، قاری اشفاق مدنی کو جمعہ نہ پڑھانے دینا، سقوطِ جامعہ حفصہ پر لوگوں کا بلک بلک کر رونا، اپنے پیاروں کی نشانیاں، تلاش کرنا، غازی شہید تیرے خون سے انقلاب آئیگا، مولانا عبدالعزیز صاحب کو رہا کرو، وغیرہ نعرے، توڑ پھوڑ اور ہنگامہ وشور، ان میں سے کوئی بھی چیز ایسی نہ تھی جسے ارباب نظر نے پہلے سے ہی محسوس نہ کرلیا ہو: ع

"آوازِ خلق کو نقارہ خدا سمجھو"

بہر حال جو کچھ ہونا تھا ہو گیا، اس موقعہ پر بڑے رقت آمیز مناظر سامنے آئے، نونہالوں کے ننھے ننھے جوتے، چائے اور پانی پینے کے پیارے پیارے کپ اور گلاس، خونین اور اپنے ہی مہربان بھائیوں کی گولیوں سے چھلنی بہنوں کے آنچل، تار تار دوپٹے، معصوم اور پھول نما بچیوں کے بیگ اور بستے شہداء کی انگلیاں، ہڈیاں، پنجر اور اعضاء کے ڈھانچے، بازو، بچیوں کے سر کے ٹکڑے جن پر بال تھے، آخر ان میں سے کون سی چیز ایسی ہے جو دل میں تیر کی طرح نہ اتر جائے اور پھر دل برسے اور آنکھیں ساون کی جھڑی لگائے بن' خاموش رہیں، وہ لوگ جن کے پیارے اس واقعہ میں شہید ہوئے ان کے والد، بھائی، ماموں، بھانجے، چچے اور دیگر رشتہ دار بے طرح رو رہے تھے، وہ مٹی اٹھائے، آنکھوں کو لگاتے اور لبوں سے چومتے۔

وہ لال مسجد و جامعہ حفصہ جسکی چہل پہل دیکھ ایک میلہ کا سماں لگتا تھا، اور اتوار کو وہاں عید کا دن محسوس ہوتا تھا، وہاں اب کربلا کی داستان سنانے کے لیے تن تنہا ایک غازی لال مسجد کھڑی تھی، کبھی کسی عبداللہ کی تاریخ سنا کر پریشان ہو جاتی، کبھی کسی غازی کو یاد کر کے ٹوٹ کے روتی، کبھی کسی عبدالعزیز کا نام لیکر آنسو لے بہاتی، بہنیں آئیں یعنی امی حفصہؓ کی بیٹیاں (قلم یہاں تک لکھ چکا تھا کہ جی بھر آیا آنکھیں ڈبڈبا گئیں ہچکی بندھ گئی، ....) شرم وحیا میں مستور، برقعہ میں ملبوس اپنی مادر علمی کو ملیامیٹ دیکھ کر اور اپنی شہید سکھیوں، سہیلیوں کو یاد کر کے پھوٹ پھوٹ کر روئیں۔ انکی مظلومیت اور بے بسی کو دیکھ کر عوام بھی رو دیئے، کوئی سنگدل، پتھر ضمیر، روشن خیال اور اعتدال پسند ہی ایسا ہوگا جو اس منظر کو دیکھ کر نہ تڑپا ہوگا۔

اے میرے وطن کے لوگو! تم تو ہزاروں میل دور بیٹھ کر اس بربریت پر رودیئے جبکہ تم نے لال مسجد کی رونق نہ دیکھی، جامعہ حفصہ کا عروج نہ دیکھا، دارالافتاء کی چہل پہل نہ دیکھی، مکتبہ شہید اسلام کا نظارہ نہ دیکھا، حوضِ مسجد کی دلربائی نہ دیکھی، القاسم ٹرسٹ کا سہارا نہ دیکھا، خطیبِ مسجد کی ادا نہ دیکھی، غازی کا بانکپن نہ دیکھا، آپ ذرا اپنے ان بھائیوں اور بہنوں کے دکھ کو سوچو! جنہوں نے یہ سب بہاریں دیکھیں اور یہ سب نظارے دیکھے ان کے دلوں پر غموں کے تکنے آرے چلے ہوں گے، دکھوں کے کتنے پہاڑ ٹوٹے ہوں گے اور بے چینیوں کی کتنی آندھیاں چلی ہوں گی۔

وہ رقت آمیز مناظر سامنے آئے کہ لوگوں کی چیخیں نکل گئیں، جامعہ حفصہ کے ملبہ سے ایک دوپٹے کا کنارا نظر آیا، جب اسے باہر کھینچا تو وہ خون سے تر تھا، اس کے ساتھ مزید برتن، کپ، گلاس، اور چمچ بھی نکل آئے جنہیں دیکھ کر لوگ ٹوٹ پڑے، ہاتھا پائی ہوئی، بالآخر ایک شخص کپ کو اپنے دامن میں چھپانے پر کامیاب ہو گیا ایک دوسرے معزز شخص نے جو بظاہر کوئی افسر لگتا تھا، للچائی ہوئی نگاہوں اور بلکتی زبان سے کپ کی التجا کی، اسکی اس معصومانہ ہیئت پر ترس کھاتے ہوئے اس ساتھی نے وہ کپ اسے عنایت کر دیا، وہ کپ جیب میں ڈال کر یوں مسرور ہوا جیسے اسے کائنات کا کوئی خزانہ مل گیا ہو، البتہ چمچ پر اس نے اپنا قبضہ برقرار رکھا اور جیب سے نکال کر اس طرح دکھاتا جیسے قبل از مسیح صدیوں پرانے کھنڈرات سے وہ کوئی نوادرات چرالایا ہو۔

چند پتھروں کو اٹھایا گیا، جن پر شہیدانِ راہِ وفا کے خون کی سرخی دنیا کی فنائیت کا سبق دے رہی تھی، ان سے خوشبو مہک اٹھی، ایک مقام کی مٹی سے خوشبو کے جھونکے مشام جاں کو فرحت بخش رہے تھے، ایک صاحب نے وہ مٹی اٹھا اٹھا کر لوگوں میں تقسیم کی، لوگ مٹی اپنی جیبوں میں یوں ڈال رہے تھے جیسے کسی بزرگ کے دست مبارک سے تبرک مل گیا ہو۔

ایک منچلے نے اس کوچہ وفا سے شہیدان راہِ وفا کی مشکبو ہڈیاں جمع کیں، ہاتھ کو غنچہ بنائے، اسمیں عطر بیز گلدستہ استخوان سجائے ہر ایک کو دکھاتا اور سونگھاتا پھرتا تھا، جن سے بھینی بھینی خوشبو مہک رہی تھی۔

تہ خانہ کے کچھ کمرے مہربانوں کی درست برد سے محفوظ رہے، کچھ نوجوان ملبہ ہٹا کر اندر دیواروں پر خونِ شہید اس کے چھینٹے، چھت خونِ مظلوماں سے خوناب، ٹیوب لائٹ دم بے بساں سے خونین ...... نہ جانے کتنی بے بس جانیں یہاں تڑپیں، کتنی بے کس بہنیں یہاں سسکیں، کتنی چیخیں صدا بصحرا گئیں، کتنے زخم بے مرہم، کتنی سسکیاں رہیں بے رحم......

کچھ اھل دل ناظرین، سوچوں میں گم سُم، درد کی تصویر بنے، بے حس وحرکت، ساکت وصامت کھڑے تھے، آنکھوں میں آنسوؤں کا تلاطم، دل میں ہنڈیا کی طرح ابلتا طوفان غم، کبھی منہ چھپاتے، کبھی شرم سے سر جھکاتے اور کبھی آنسو پونچھتے تخیل کی گہری پرچھائیاں چہرے پہ عیاں تھیں، بقول ساحر لدھیانوی سراپا سوال تھے۔

اے رھبرِ ملک و قوم بتا　　　　یہ کس کا لہو ہے کون مرا

☆......☆......☆